مولانا محمد منظور نعمانی

مولانا محمد یوسف بنوری

اب سے ۵۲ سال پہلے (۱۳۴۵ھ) دار العلوم دیوبند میں راقم سطور کی تعلیم کا آخری سال تھا۔ اس سال کے ختم پر کچھ واقعات قضاء وقدر کے فیصلہ کے نتیجہ میں ایسے پیش آئے کہ دار العلوم کے صدر المدرسین امام العصر حضرت الاستاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم کے متعدد اور اساتذہ کو دار العلوم سے قطع تعلق کر لینا پڑا...... بظاہر یہ واقعہ بہت ہی نامبارک تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت نے اس شر سے یہ خیر پیدا فرمائی کہ ڈابھیل ضلع سورت (گجرات) کے ایک معمولی سے "مدرسہ تعلیم الدین" کے ذمہ داروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو ہندوستان کا دوسرا "دار العلوم دیوبند" یا "جامعہ اسلامیہ" بنانے کا فیصلہ کر لیا اور ضروری انتظامات کر کے ان سب حضرات کو اجتماعی طور سے وہاں بلا لیا۔ ان حضرات کے ساتھ دار العلوم کے مختلف درجات کے طلبہ کی بھی اچھی خاصی تعداد چلی گئی۔ اس طرح ۱۳۴۶ھ میں گجرات کے علاقہ میں یہ عظیم الشان "جامعہ اسلامیہ" قائم ہو گیا...... مولانا بنوری بھی ان طلبہ میں تھے جو دار العلوم دیوبند چھوڑ کے ڈابھیل کے اس جدید "جامعہ اسلامیہ" میں چلے گئے۔ اس وقت وہ غالباً متوسطات پڑھ رہے تھے، انہوں نے دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہی میں پڑھا...... علمی استعداد کے لحاظ سے وہ طلبہ میں بہت ممتاز اور فائق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے طالب علمانہ شوق اور محنت کے ساتھ ذہانت اور قوت حافظہ کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا۔ مزید برآں ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی خاص فضل تھا کہ حضرت الاستاذ الامام الکشمیری قدس سرہٗ کے ساتھ عام رشتہ تلمذ کے علاوہ ان کو گہرا قلبی تعلق بھی تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔ پھر اس طالب علمی سے فراغت کے بعد بھی انہوں نے حضرت شاہ صاحب سے وابستہ اور حضرت ہی کی خدمت میں رہ پڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایسا ہی کیا۔ راقم سطور کا اندازہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے جتنا علمی

فائدہ مولانا بنوری نے حاصل کیا، اتنا حضرت کے کسی دوسرے شاگرد نے حاصل نہیں کیا(۱) ۔ واللہ اعلم ۔

حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد سب سے پہلے آپ نے حضرت کی سوانح حیات عربی زبان میں ''نفحة العنبر'' کے نام سے لکھی ۔ نیز قرآن مجید کے مشکلات سے متعلق آپ کے خاص افادات کو اپنے تفسیری مقدمے کے ساتھ ''مشکلات القرآن'' کے نام سے شائع کیا ۔

فصیح عربی تحریر وتقریر پر ان کو شروع ہی سے وہ قدرت تھی، جو ہمارے حلقہ کے بہت کم اہل علم کو ہوتی ہے اور یہ بھی غالباً حضرت الاستاذ قدس سرہ کے فیضان خاص کا نتیجہ تھا ۔

حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد وہ ڈابھیل بلالئے گئے اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ ''جامعہ اسلامیہ'' کے وہی شیخ الحدیث اور صدر المدرسین یعنی حضرت الاستاذ الامام الکشمیری قدس سرہ کے جانشین ہوئے ۔

مولانا مرحوم کا اصل وطن قریہ بنور (پشاور) تھا ۔(۲) (امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ خواجہ سید آدم بنوری کی آپ اولاد میں ہیں' ۱۹۴۷ء میں جب ایک ملک کے دو ملک (ہند اور پاکستان) بنے ۔ اس وقت آپ ''جامعہ اسلامیہ'' ڈابھیل کے شیخ الحدیث تھے ۔ آپ نے پاکستان منتقل ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا، یہیں رہے اور کئی برس تک رہے...... بعد میں یہ بات سامنے آئی کہ آپ کی وہاں زیادہ ضرورت ہے اور امید ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ زیادہ کام لے گا، تو آپ پاکستان منتقل ہوگئے ۔ پہلے کچھ عرصہ تک ''دارالعلوم ٹنڈوالہ یار'' (حیدرآباد سندھ) میں استاذ حدیث رہے ۔ پھر طے کیا کہ خاص کراچی میں ایک ایسی دینی درس گاہ قائم کی جائے جو ''دارالعلوم دیوبند'' کا بدل اور اس کی بنیادی خصوصیات کی حامل ہو ۔ پھر اللہ کی توفیق سے اس کی بنیاد ڈالی ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنے عزم وہمت اور جانبازی وقربانی سے بہت تھوڑی مدت میں (صرف ۲۰ ۔ ۲۱ سال میں) ہر حیثیت سے اس کو وہاں پہنچادیا' جہاں تک آغاز میں اپنے تخیل کی پرواز بھی نہیں رہی ہوگی ۔

مولانا مرحوم کا قیام جب تک ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں رہا ۔ ملاقات کے مواقع پیدا ہوتے رہتے تھے ۔ پاکستان منتقل ہوجانے کے بعد جہاں تک معلوم ہے وہ کبھی ادھر تشریف نہیں لائے ۔ راقم سطور نے دو دفعہ ادھر کا سفر کیا' دونوں ہی دفعہ بہت مختصر ملاقات کا موقع مل سکا ۔ ہاں گزشتہ دس (۱۰) بارہ (۱۲) برس میں حجاز مقدس میں حج کے موقع پر یا رمضان مبارک میں قریباً ہر سال اللہ تعالیٰ نے بڑے اطمینان کی ملاقاتیں اور یکجائی

(۱) مگر افسوس ہے کہ کچھ عرصہ بعد انہیں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا در دولت چھوڑ کر وطن آنا پڑا ۔ کئی سال تک تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ سیاسی مشغل رہا ۔ بعد ازاں ڈابھیل والوں کی طلب پر وہاں چلے گئے ۔

(۲) بنور نام کا پشاور میں کوئی قریہ نہیں ہے بلکہ ریاست پٹیالہ میں سرہند کے قریب ہے ۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم شیخ آدم بنوری کی نسبت اس قریہ کی طرف ہے اور انہی کی نسبت سے ان کی اولاد بھی بنوری کہلاتی ہے ۔ حضرت مولانا کا وطن اصلی گڑھی میر احمد شاہ (پشاور کا ایک محلّہ تھا) ۔ مدیر

کے مواقع میسر فرمائے۔ وہ سفرِ حج کے علاوہ اکثر ماہ رمضان میں بھی عمرہ کے لئے اور مسجد حرام یا مسجد نبوی میں اعتکاف کی غرض سے حجاز مقدس کا سفر فرماتے تھے اور ۱۹۶۵ء کے بعد سے ''رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ'' کی رکنیت کے طفیل قریباً ہر سال اس بے پایہ اور سیہ کار کو بھی حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوتی ہے...... مولانا کے ساتھ مبارک ترین طویل اجتماع اور یک جائی کا موقع اب سے دو سوا دو سال پہلے ۱۳۹۵ھ کے رمضان مبارک میں نصیب ہوا۔ جب کہ اس کے آخری عشرہ میں مولانا مرحوم اور اللہ کے اور بھی نیک بندے مسجد نبوی (مدینہ منورہ) کے ایک دالان میں معتکف تھے اور اس سیاہ کار نے بھی اسی دالان میں مولانا کے بستر کے قریب ہی رہ کر اس امید پر وہ عشرہ گزارا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے قرب کی برکات سے محروم نہ فرمائے گا۔ ''اولئک قوم لا یشقیٰ جلیسھم''...... پھر اس کے دو ہی مہینے بعد اس سال کے حج میں بھی مکہ معظمہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم کے مدرسہ صولتیہ کی سہ پہر کی مجلس میں کئی بار ملاقات ہوئی اور یہی آخری ملاقات تھی...... اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو باہمی حسن ظن اور اخلاص و محبت کی دولت بھی عطا فرمائی تھی۔ اس لئے ہر ملاقات میں روح کو لذت و مسرت نصیب ہوتی تھی۔ میری نظر میں مولانا مرحوم علم میں، اور خاص کر علم حدیث میں بہت بڑے تھے، اس لئے میرا رویہ ان کے سامنے وہی رہتا تھا جو علمی اکابر کے سامنے رہنا چاہئے۔ لیکن اتفاق سے میری عمر مولانا سے کچھ زیادہ تھی۔ (۱) اور حضرت الاستاذ الامام الکشمیری قدس سرہٗ کے رشتہ تلمذ کے لحاظ سے بھی مجھے قدامت حاصل تھی۔ اس لئے مولانا کا معاملہ اور برتاؤ میرے ساتھ وہ تھا جو اہل علم کا ان معاصرین کے ساتھ ہوتا ہے جن کو وہ اپنا بڑا سمجھتے ہیں، حالانکہ میں ہرگز اس کا مستحق نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا میں بہت سے کمالات جمع کر دیئے تھے، لیکن علم کا کمال دوسرے کمالات پر غالب تھا...... ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ جامع ترمذی کی شرح ''معارف السنن'' ہے جس کی ۶ ضخیم جلدیں اب سے کئی سال پہلے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان ۶ جلدوں میں کتاب کے قریباً صرف چوتھائی (۱/۴) حصے کی شرح ہوئی ہے۔ ۳ چوتھائی کے قریب کتاب باقی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے کم از کم اتنی ہی جلدیں اور لکھی جاتیں...... لیکن ادھر کئی سال سے مولانا مرحوم عملی جدوجہد کے بعض ایسے کاموں میں مصروف اور منہمک ہو گئے جن کی وجہ سے ''معارف السنن'' کی تصنیف کا کام ان سالوں میں بالکل نہیں ہو سکا...... میں نے کسی سے سنا تھا کہ مولانا کا خیال یہ ہے کہ جامع ترمذی کے اہم حصہ کی شرح کا کام پورا ہو گیا، اس لئے کتاب کی تکمیل کی کوئی خاص ضرورت نہیں...... اب سے دو سال پہلے رمضان مبارک ۱۹۷۵ء میں جب مدینہ منورہ میں پورا ایک عشرہ مولانا کے ساتھ

---

(۱) مولانا بنوری مرحوم کی پیدائش ۱۳۲۶ھ کی بتلائی گئی ہے اور میری شوال ۱۳۲۳ھ کی ہے۔ جن کو وہ اپنا بڑا سمجھتے ہیں، حالانکہ میں ہرگز اس کا مستحق نہیں تھا۔

رہنے کا موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) تو میں نے مولانا سے اس بارہ میں بھی گفتگو کی اور اصرار کیا کہ ''معارف السنن'' کی باقی جلدیں بھی ضرور لکھیں۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ فی الحال میں اس کا ''مقدمہ'' لکھ رہا ہوں' اس سے فارغ ہونے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کتاب کی تکمیل کی بھی کوشش کروں گا...... اس گفتگو کے بعد جو دو سال گزرے' ان میں مولانا کی جو دوسری عملی مصروفیتیں رہیں، ان کے پیش نظر راقم سطور کا اندازہ ہے، کہ ''معارف السنن'' کا کام ان دنوں میں بالکل نہ ہو سکا ہوگا۔ خدا کرے کہ مقدمہ ہی پورا ہو چکا ہو۔

''معارف السنن'' کے مطالعہ سے مولانا بنوری مرحوم کی علمی خصوصیات اور خاص کر فن حدیث میں ان کے رسوخ وتبحر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت الاستاذ الامام الکشمیری قدس سرہ' کی خاص تحقیقات سے واقفیت کا سب سے زیادہ مستند ذریعہ بھی اس عاجز کے نزدیک ''معارف السنن'' ہی ہے۔

مولانا کی مجاہدانہ مہمات اور عملی خدمات کے سلسلہ میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''پاکستانی پارلیمنٹ اور حکومت پاکستان سے قادیانیوں کے ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دیئے جانے کا فیصلہ کرالینا ہے' مرحوم اس دینی مطالبہ کی تحریک کے مسلمہ اور متفقہ قائد اور امام تھے...... جس ملک کی حکومت کا سب سے پہلا وزیر خارجہ قادیانیت کا کھلا علمبردار اور مبلغ سر ظفر اللہ خاں رہا ہو' اس حکومت سے یہ منوالینا اور ملک کے دستور میں شامل کرا دینا کہ ......''مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا مسیح موعود، ماننے والے اور اس پر ایمان لانے والے مسلمان نہیں ہیں، بلکہ پاکستان کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کی طرح ایک غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اور پاکستان میں ان کی قانونی حیثیت ایک غیر مسلم اقلیت ہی کی ہے'' ...... اتنا عظیم کارنامہ ہے جس کو نصرت خداوندی کا ''معجزہ'' ہی کہا جا سکتا ہے...... یہ محاذ مولانا مرحوم ہی کی قیادت میں فتح ہوا اور اس کا اثر پورے عالم اسلامی پر پڑا۔

جب سے مولانا سے واقفیت ہوئی اور ہندوستان وپاکستان یا حجاز مقدس میں جب بھی ملاقات ہوئی' ہمیشہ یہ محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال علمی کے ساتھ علم کے مطابق عمل کے اہتمام،' خلاص، للہ، خشیت وانابت، ورع وتقویٰ اور ان سب کے ساتھ دین کا درد بھی بھرپور عطا فرمایا تھا......اور جس بندہ میں اللہ تعالیٰ یہ اوصاف جمع فرما دے' بلا شبہ اس کو وراثت نبوت کا بڑا حصہ نصیب ہوا۔

مولانا نے اپنے اساتذہ واکابر کے طریقہ پر ''مدرسہ'' کے ساتھ ''خانقاہ'' سے بھی استفادہ کیا تھا۔ راقم سطور نے باوثوق ذریعہ سے سنا ہے کہ پہلے مولانا نے حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ' کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا شفیع الدین رحمۃ اللہ سے بیعت کی تھی۔ ایک زمانہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اصلاحی تعلق رہا تھا' غالباً اس کے بعد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور جیسا کہ معلوم ہوا ہے حضرت نے اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔

جن لوگوں کو مولانا مرحوم کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، انہیں چاہے ان کی بعض رایوں اور طرز وطریق کار سے اتفاق نہ ہو، لیکن اس میں شک نہ ہوگا کہ وہ یہ سب کچھ ادائے فرض کی نیت سے اس احساس کے ساتھ کرتے تھے کہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو جرم مداہنت کا مجرم ہوں گا اور آخرت میں خداوند ذوالجلال کے سامنے مجھے اس کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام حسنات وخدمات کو قبول فرمائے اور ہماری ان کی سب غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

اللھم اغفرلنا وارحمنا وعاملنا بما انت اھله ولا تعاملنا بما نحن اھله، انت اھل المغفرة واھل الجود واھل الکرم واھل الاحسان.

''دین اسلام کا خزانۂ عامرہ ان تمام جواہرات اور قیمتی لال وگہر سے مالا مال ہے جو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے درکار ہیں اور جن سے دنیا بھر کے ازموں کا دامن خالی ہے۔ اسلام کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ لینن ومارکس اور ہیگل وانیجلس کے دروازے پر جاکر بھیک مانگے یا کسی سرمایہ دارانہ نظام کا دروازہ کھٹکھٹائے۔''

(بصائر عبر۔ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)